وحی پر مبنی دین☆

مولانا محمد جرجیس کریمی

دنیا میں سینکڑوں مذاہب ونظریات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض انسانی ذہن کی پیداوار ہیں اور بعض کا دعویٰ ہے کہ وہ الہامی ہیں، یا ان کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ اسلام کا تعلق دوسری قسم سے ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن اور اس کی تعلیمات اس عظیم ذات کی نازل کردہ ہیں جو ساری کائنات کا خالق و مالک اور رب ہے، علام الغیوب اور اپنی مخلوقات کی جملہ ضروریات کا جاننے والا ہے، اس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات ہے اور اس کی طرف سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ اس سلسلے کی بعض تصریحات ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَکِيمٍ عَلِيمٍ. (النمل:٦)	اے (نبیؐ) بلاشبہ تم یہ قرآن ایک حکیم وعلیم ہستی کی طرف سے پارہے ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

الم . تَنزِيلُ الْکِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ. (السجدہ:۱-۲)	ا-ل-م- اس کتاب کی تنزیل بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ [۱]

قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور اس کی آیات اہل مکہ کے کانوں تک پہونچنے لگیں تو وہ ان کی مختلف توجیہات کرنے لگے۔ کبھی کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کلام سنا رہے ہیں وہ ایک طرح کی شاعری ہے، کبھی کہتے کہ یہ جنون کی حالت میں کہی ہوئی باتیں ہیں، کبھی اسے گذشتہ قوموں کی کہانیاں تو کبھی شیطان کے کلام سے تعبیر کرتے۔ قرآن نے

☆ زیر تصنیف کتاب 'خصائص اسلام' کا ایک باب

[۱] مزید ملاحظہ کیجیے الاسراء:۱۰۲- الفرقان:۱۔ یونس:۳۷ وغیرہ

ان سب باتوں کی پرزور تردید کی اور واضح کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا إِفْکٌ افْتَرٰهُ وَأَعَانَهُ عَلَیْهِ قَوْمٌ آخَرُوْنَ فَقَدْ جَاؤُوا ظُلْماً وَزُوراً. وَقَالُوا أَسَاطِیْرُ الْأَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُکْرَةً وَأَصِیْلاً. قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ کَانَ غَفُوراً رَّحِیْماً. (الفرقان:۴-۶)

جن لوگوں نے نبی کی بات ماننے سے انکار کر دیا وہ کہتے ہیں کہ یہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے اپنے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنھیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح وشام سنائی جاتی ہے۔ اے نبی، ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین اور آسمانوں کا بھید جانتا ہے، بے شک وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔

اس کے کلام شیاطین ہونے کی تردید ان الفاظ میں کی گئی ہے:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ. وَمَا یَنبَغِیْ لَهُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ. إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ. (الشعراء:۲۱۰-۲۱۲)

اس (کتاب مبین) کو شیاطین لے کر نہیں اترے ہیں اور نہ یہ کام ان کو زیب دیتا ہے اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔ وہ تو اس کی سماعت تک سے دور رکھے گئے ہیں۔

شاعری کے الزام کے بارے میں کہا گیا:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ. وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلاً مَا تُؤْمِنُوْنَ. وَلَا بِقَوْلِ کَاهِنٍ قَلِیْلاً مَا تَذَکَّرُوْنَ. تَنزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ. (الحاقۃ:۴۰-۴۳)

یہ ایک رسول کریم کا قول ہے۔ کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

قرآن میں مختلف انبیاء ورسل اور ان کی قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ان کے متعلق قرآن کا دعویٰ ہے کہ یہ غیب کی وہ خبریں ہیں جو وحی کے ذریعے بتائی

جارہی ہیں، جن کے بارے میں صحیح علم، اے پیغمبرؐ نہ آپ کو پہلے تھا اور نہ آپ کی قوم اس سے واقف تھی۔ ارشاد ہے:

تِلْکَ مِنْ أَنبَاء الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْکَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلاَ قَوْمُکَ مِن قَبْلِ هَـذَا . (ہود:۴۹)

اے نبیؐ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کررہے ہیں اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم۔

نبی کریم ﷺ پر قرآن کا نزول ہونے لگا تو اہل کتاب نے مختلف اعتراضات کیے۔ قرآن نے ان کے جواب میں یہ دلیل پیش کی کہ تم لوگ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور ان سے قبل کے انبیاء کے سلسلہ میں مانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول تھے اور ان پر وحی نازل ہورہی تھی، مگر وہی وحی محمد ﷺ پر اتاری جارہی ہے تو اس کا انکار کرتے ہو۔ ان سے قبل کے انبیاء پر وحی آتی تھی تو ان پر وحی کا نزول کیوں نہیں ہوسکتا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْکَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً. وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْکَ مِن قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْکَ وَكَلَّمَ اللّهُ مُوسَى تَكْلِيماً. رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّهُ عَزِيزاً حَكِيماً.

(النساء:۱۶۳-۱۶۵)

اے نبی ہم نے تمھاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی۔ ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی ہم نے داؤد کو زبور دی۔ ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کرچکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا۔ اللہ نے موسیٰ سے اس طرح گفتگو کی جس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان کو مبعوث کردینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے چالیس سال تک معمول کی زندگی گزاری، پھر جب آپؐ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا گیا اور آپؐ پر وحی کا نزول ہوا تو اہل مکہ حیرت و تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ اس پر آپؐ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ذرا سوچو! چالیس سال تک میں تمھارے درمیان رہا ہوں، لیکن اس سے قبل میں نے تمھیں ایسا کلام کبھی نہیں سنایا۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نہ ہوتا اور مجھے سنانے کا حکم نہ دیا جاتا تو آج بھی میں تمھیں اسے نہ سناتا۔ میں تو حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ فریضے کو ادا کر رہا ہوں۔ اس میں اپنی خواہش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ لَّوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرٰكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ. (یونس: ۱۶)

کہو اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں یہ قرآن تمھیں کبھی نہ سناتا اور اللہ تمھیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ آخر اس سے پہلے میں ایک عمر تمھارے درمیان گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

قرآن مجید میں نوع انسانی کے لیے اعلیٰ تعلیمات پیش کی گئی ہیں، توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد بیان کیے گئے ہیں، نیز کفر، شرک اور نفاق کی شدید مذمت کی گئی اور ان کے خلاف دلائل قائم کیے گئے ہیں۔ کفار مکہ نے اس پر سخت ناگواری اور نبی کریم ﷺ کے خلاف بغض و عناد کا مظاہرہ کیا اور آپ کو مختلف طریقوں سے اذیتیں پہنچائیں۔ وہ آپ سے مطالبہ کرتے کہ قرآن کی تعلیمات میں تھوڑی سی تبدیلی کر دیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے دوٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ یہ تعلیمات میری خودساختہ نہیں ہیں، بلکہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہیں:

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لاَ يَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا

جب انھیں ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کر دو، اے نبیؐ ان سے کہو: میرا یہ کام نہیں ہے کہ

يُوحىٰ إِلَيَّ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّيۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ. (یونس:۱۵)

اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کرلوں، میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہول ناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب اہل مکہ کے سامنے قرآنی آیات پیش کرنی شروع کیں تو وہ آپؐ سے مختلف مطالبات کرنے لگے۔ کبھی کہتے کہ اگر آپؐ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے تو اس سے کہیے کہ وہ آسمان سے خزانے بھی نازل کرے، یا آسمان سے فرشتوں کو اتارے جنھیں ہم دیکھ سکیں، یا ایسی تختیاں بھیجے جنھیں ہم پڑھ سکیں۔ اس کے جواب میں قرآن نے کہا کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہیں۔ نبیؐ کا کام بس یہ ہے کہ اسے اللہ کی طرف سے جو احکام ملیں ان کی تعمیل کرے:

قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِيۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلاَ أَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلآ أَقُولُ لَكُمۡ إِنِّيۡ مَلَكٌ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ. (الانعام:۵۰)

اے نبیؐ ان سے کہو ”میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔

مزید ملاحظہ کیجیے سورۂ ہود:۱۲۔

اہل مکہ سمجھتے تھے کہ وحی کا نزول ایسے شخص پر ہونا چاہیے جو دنیاوی اعتبار سے اثر و رسوخ رکھنے والا ہو، اس کی بڑی شہرت ہو، معاشی اعتبار سے وہ نمایاں حیثیت کا مالک ہو۔ محمد (ﷺ) کو یہ چیزیں حاصل نہیں ہیں اس لیے آپ اللہ کے رسول نہیں ہوسکتے، آپ پر وحی کا نزول ممکن نہیں۔ قرآن نے اس کا مدلّل جواب دیا اور بتایا کہ نبوت و رسالت کسی کے ذاتی اختیار و انتخاب کی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے، جس میں کسی کی خواہش و آرزو یا اعتراض و انکار کا دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ. أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضاً سُخْرِيّاً وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ.

(الزخرف:۳۱-۳۲)

کہتے ہیں: یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟ کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذریعے تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر بدرجہا فوقیت دی ہے، تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو یہ سمیٹ رہے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ پر وحی کے نزول پر اہل مکہ کو سب سے بڑا اشکال یہ تھا کہ وہ ہماری طرح کے ایک انسان ہیں، کھاتے پیتے ہیں، شادی بیاہ کر رکھی ہے، ان کے بال بچے ہیں، وہ ہماری طرح بیمار پڑتے ہیں اور ضروریات زندگی کے محتاج ہیں۔ بھلا ان پر وحی کا نزول کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ وحی کا نزول کسی مافوق الفطرت ہستی، جن یا فرشتے پر ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا اور واضح کیا کہ انسانوں کے لیے جن رسولوں کو بھی بھیجا گیا وہ انہی میں سے ہوتے تھے۔ اگر اللہ چاہتا تو فرشتے بھی بھیج سکتا تھا، مگر یہ اس کے طریقے کے خلاف ہوتا۔ اس لیے کہ انسانوں کی ہدایت انسانوں ہی کے ذریعے ہوسکتی ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَ هُمُ الْهُدَى إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَراً رَّسُولاً. قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكاً رَّسُولاً.[۱]

(الاسراء۹۴-۹۵)

لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا، مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔ ان سے کہو: اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

۱؎ بشریتِ رسول کو واضح کرنے والی قرآن میں متعدد آیات ہیں۔ دیکھیے الفرقان: ۷۔ المومنون: ۳۳۔ یوسف: ۱۰۹ وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کی بشریت کو دوٹوک انداز میں واضح کیا ہے اور منکرین رسالت کے اشکالات کا جواب دیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالاً نُّوحِيُ إِلَيْهِمْ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ. وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خٰلِدِيْنَ. (الانبیاء:۷-۸)

اے نبیؐ ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں آدمی ہی بھیجے ہیں۔ جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔ ان رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور نہ وہ سدا جینے والے تھے۔

قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں نہ صرف قرآن کے منزّل من اللہ ہونے کا دعوی کیا گیا ہے، بلکہ اس پر دلیل بھی قائم کی گئی ہے اور انس وجن کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر وہ اس کتاب کو محمد (ﷺ) کا خودساختہ قرار دیتے ہیں تو اس جیسا کلام خود تصنیف کر کے دکھائیں۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَـذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً. (الاسراء:۸۸)

کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک دوسری جگہ قرآن کی مرتب و منظّم تعلیمات کا حوالہ دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی دی ہوئی ہوتیں تو ان میں بہت سارے اختلافات ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً. (النساء:۸۲)

کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔

ا۔ لسان العرب لابن منظور، مادہ وحی، النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر الجزری، مفردات القرآن للاصفہانی

اس تفصیل سے واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ اتارا گیا ہے۔ ذیل میں مختصراً قرآن کے اتارے جانے کی مختلف کیفیات اور اس بارے میں قرآن میں مستعمل بعض اصطلاحات کی تشریح کی جاتی ہے۔

نبوت و رسالت کا آغاز نزول وحی سے ہوتا ہے۔قرآن میں اس اصطلاح کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وحی کے معنیٰ و مفہوم کو واضح کردیا جائے۔

وحی کے معنیٰ

وحی کے لغوی معنیٰ ہیں لطیف اور مخفی اشارہ، دل میں کوئی پیغام ڈالنا، چھپ کر بات کرنا، کتابت، کتاب اور مکتوب۔اہل لغت کے نزدیک وحی کا اصل معنیٰ یہ ہے کہ کسی سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کی جائیں کہ کوئی دوسرا نہ سن پائے۔[1]

وحی کے اصطلاحی معنیٰ ہیں وہ غیبی ذریعہ جس کے سبب اللہ تعالیٰ کے خاص لطف وکرم اور فضل وعنایت سے کسی نبی کو کوئی علم حاصل ہوتا ہے۔اس کے حصول میں کسی نبی یا رسول کے اپنے غور وفکر، کوشش اور خواہش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بنیادی طور پر وحی کی دو اقسام ہیں: وحی عام اور وحی خاص، وحی عام کا اطلاق وحی کے لغوی معنیٰ میں ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشادات:

وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ . (القصص:۷)
اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اسے دودھ پلاؤ۔

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي. (المائدۃ:۱۱۱)
اور جب میں نے (عیسیٰ کے) حواریوں کو بذریعہ الہام (حکم دیا کہ) مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيٰئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ. (الانعام:۱۲۱)
اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں چپکے چپکے (شک واعتراض کی) باتیں ڈالتے ہیں، تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتاً وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ. (النحل:۶۸)

آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو القا کیا کہ تو گھر بنا پہاڑوں میں، درختوں میں اور انگور کی بیلوں میں۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا. بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا. (الزلزال:۴-۵)

اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ یہ اس لیے کہ آپ کے رب نے اسے یہی حکم دیا ہے۔

ان تمام آیات میں لفظ وحی اپنے لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

وحی کی دوسری قسم وحی خاص ہے جو صرف انبیاء و رسل کو کی جاتی ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ وحی خاص یا وحی نبوت اپنی خصوصیات کے لحاظ سے دوسری تمام اقسام وحی سے مختلف ہوتی ہے اور نبی کو پورا یقین اور شعور ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ یہ وحی علم وہدایت پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس میں قصص، اخبار، عقائد، عبادات، احکام اور قوانین سب شامل ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد نبی کے ذریعے سے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہ نمائی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحاً مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُوراً نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ. (الشوریٰ:۵۲)

اور اسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمھاری طرف وحی کی ہے، تمھیں کچھ پتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہ نمائی کر رہے ہو۔

وحی کے طریقے

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وحی کے متعدد طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَآءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ. (الشوری:۵۱)

اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہو مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے، پس وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وحی پہنچادے، بے شک اللہ تعالیٰ عالی شان اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے خطاب کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں:

۱- بذریعۂ الہام: اللہ تعالیٰ براہ راست رسول و نبی کے دل میں بات ڈالتا ہے چاہے نیند کی حالت میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے دل میں زبور القا کیا تھا۔ اسی طرح بعض رسولوں کو خواب میں بعض احکام دیے گئے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ پر اس طریقے سے وحی آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَذَلِكَ يُوحِىٓ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (الشوری:۳)

اسی طرح اللہ غالب و حکیم تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے (رسولوں) کی طرف وحی کرتا رہا ہے۔

۲- بواسطۂ حجاب- اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے نبی سے کلام کرتا ہے، مگر حجاب کے واسطہ سے۔ چاہے اللہ کا یہ کلام زمین میں واقع ہو، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔[۱] یا آسمان میں جیسے معراج کے موقع پر ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا گیا۔[۲]

۳- بذریعۂ فرشتہ: وحی کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام فرشتے کے ذریعے سے بھیجتا ہے۔[۳] ان اقسام کے حوالے سے امام رازی فرماتے ہیں:

---

[۱] النساء:۱۶۴، الاعراف:۱۴۳

[۲] النجم:۱۰

[۳] علماء نے وحی کی ایک چوتھی قسم بھی بیان کی ہے اور وہ ہے بلا واسطۂ حجاب یعنی اللہ تعالیٰ تمام واسطوں، پردوں اور حجابوں کو اٹھا کر جلوہ نما ہوا اور اپنے نبی سے ہم کلام ہو۔ وحی کے اس طریقے پر ان کا اختلاف ہے کہ یہ ممکن ہے یا نہیں؟ بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ معراج کے موقع پر رسول کریم کو اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوکر ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، جب کہ بعض علماء رویت بصری سے انکار کرتے ہیں۔

واعلم ان كل واحد من هذه الاقسام الثلاثة وحى، الا أنه تعالىٰ خصّص القسم الاول باسمه الوحى لانّ ما يقع فى القلب على سبيل الإلهام فهو يقع دفعة، فكان تخصيص لفظ الوحى به اولىٰ، فهذا هو الكلام فى تمييز هذه الاقسام بعضها عن بعض. [1]

جان لو کہ ان میں سے تینوں قسمیں وحی ہیں مگر آیت میں پہلی قسم کو وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دل میں الہام کے طریق پر اچانک واقع ہوتی ہے۔ بنا بریں اس کو وحی کے لفظ سے خاص کیا گیا ہے۔ اوران اقسام میں باہم تمییز کی یہی صورت ہے۔

وحی کے بنیادی طور پر یہی تین طریقے ہیں۔ احادیث میں اس کے نزول کی بعض کیفیات کا ذکر ہوا ہے۔ ذیل میں اس کی تھوڑی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ اس سے اس بحث کی مزید وضاحت ہوگی۔

۱- رویائے صادقہ یعنی سچے خواب:[2] آپؐ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا،

---

[1] التفسیر الکبیر بذیل آیت مذکورہ ج۲۱-۲۸/۱۶۵

[2] خوابوں کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ احادیث میں کہا گیا ہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک اللہ کی طرف سے، دوم شیطان کی طرف سے اور سوم آدمی کے اپنے نفس کی طرف سے۔ ایک روایت میں وارد ہے: الرؤيا الصادقة من الله والحلم من الشيطان (بخاری، کتاب التعبیر، باب الرویا من اللہ) [سچے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے]۔ ایک دوسری روایت میں وارد ہے: الرويا الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة وار بعين من النبوة (حوالہ سابق، باب رؤیا الصالحین) [اچھے خواب صالح شخص کو نظر آتے ہیں جو نبوت کا ۴۶ واں حصہ ہے]۔ اس روایت کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نبوت سے قبل نبی کریم ﷺ کو نظر آنے والے خواب رجل صالح کے خواب ہوتے تھے۔ روایت مذکورہ کے ذیل میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "المسلم الصادق الصالح هو الذى يناسب حاله حال الانبياء فاكرم بنوع مما اكرم به الأنبياء وهو الاطلاع على الغيب ولو صدقت رؤيا الكافر والفاسق احيانا فذاك كما قد يصدق الكذوب، وليس كل من حدث عن الغيب يكون خبره من اجزاء النبوة كالكاهن والمنجم"۔ (حوالہ سابق، حاشیہ نمبر ۱، مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ القاہرۃ) [سچے صالح مسلم کا حال انبیاء کے حال کے مثل ہے جس طرح انبیاء کو غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں ویسے ہی رجل صالح کو غیب کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اگر چہ بعض وقت کافر و فاسق کے خواب بھی سچے ہوتے ہیں تو یہ ایسے ہی جیسے بہت جھوٹا شخص بھی بعض وقت سچ بولتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ غیب کی خبر دینے والے ہر شخص کی بات نبوت کے اجزاء میں سے ہو جیسے کاہن اور نجومی]۔

آپؐ جو خواب دیکھتے وہ دن کے اجالے کی طرح حقیقت بن کر نظر آ جاتا۔ صحیح بخاری میں ایک روایت اس طرح وارد ہے:

عن عائشة ام المومنين انها قالت اول ما بدئ به رسول الله ﷺ من الوحی الرویا الصالحة فی النوم . فکان لایری رویا الاجاءت مثل فلق الصبح۔[1]

حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خواب کی شکل میں ہوا۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے اس کی سچائی دن کے اجالے میں حقیقت بن کر سامنے آ جاتی۔

۲- بغیر نظر آئے فرشتہ آپ کے قلب و ذہن میں کوئی بات ڈال دیتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روح القدس (حضرت جبریل) نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کوئی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنا حصۂ رزق پورا نہ کر لے لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور طلب رزق کے لیے اچھا طریقہ اختیار کرو۔[2]

۳- نزولِ وحی کے وقت گھنٹی کی سی آواز (صلصلۃ الجرس) پیدا ہوتی۔ یہ شدید ترین صورتِ وحی ہوتی تھی، جس کی وجہ سے سخت سردی کے موسم میں بھی آپ پسینے سے تر ہو جاتے تھے۔ اگر آپؐ اونٹ پر سوار ہوتے تو وہ بھی بوجھ سے بیٹھ جاتا تھا۔[3]

۴- فرشتہ کسی انسان کی شکل و صورت میں نمودار ہو کر آپؐ سے بات کرتا، یہاں تک کہ وہ بات مکمل طور پر آپؐ کو یاد ہو جاتی۔ اس صورت میں کبھی کبھی صحابہ کرامؓ نے بھی اس فرشتے کو دیکھا ہے، جیسا کہ حدیثِ جبریل سے معلوم ہوتا ہے۔[4]

۵- فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپؐ تک پہونچاتا تھا۔ آپؐ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دو تین مرتبہ مشاہدہ فرمایا ہے (دیکھیے

---

[1] بخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۳

[2] المستدرک للحاکم، ج ۲/۴، کتاب البیوع

[3] بخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۲

[4] دیکھیے بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام، والاحسان، وعلم الساعۃ الخ

النجم: ۱۳) ایک مرتبہ غار حرا میں پہلی وحی کے وقت، پھر فترۃ وحی کے آخری دن فضائے آسمانی میں کرسی پر بیٹھے ہوئے اور تیسری مرتبہ معراج کے وقت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

۶- کسی فرشتے یا آواز کے توسط کے بغیر اللہ تعالیٰ کا راہ راست اپنے نبی پر وحی کرنا۔ جیسا کہ معراج کے موقع پر آپ ؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز پنج گانہ کی فرضیت اور دیگر احکام دیئے گئے۔

وحی خاص کی قسمیں

وحی کے معنیٰ 'موحیٰ بہٖ' (یعنی وہ احکام جو بہ ذریعہ وحی نازل ہوتے ہیں) کے ہیں۔ اس اعتبار سے وحی خاص کی دو قسمیں ہیں: وحی متلو اور وحی غیر متلو۔

(الف) وحی متلو: وحی متلو سے مراد قرآن مجید ہے، جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں جس میں تصرف کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَلَمِينَ . نَزَلَ بِهِ	یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔
الرُّوحُ الْأَمِينُ . (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۳)	روح الامین اس کو لے کر اترتے ہیں۔

اس وحی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تلاوت خواہ حالت نماز میں ہو یا غیر نماز میں، عبادت اور باعث اجر ہے۔ اس کی روایت بالمعنیٰ قطعاً جائز نہیں۔

(ب) وحی غیر متلو: وحی غیر متلو سے مراد وہ کلام ہے جو مروی اور منقول ہے اور قرآن کی طرح دو دفتیوں کے درمیان مرتب و منظّم نہیں ہے۔ وحی کی یہ قسم رسول کریم ﷺ سے مروی اخبار پر مبنی ہے، جس کی تلاوت باعث اجر و ثواب نہیں ہے اور اعجاز سے خالی ہے، لیکن بہر حال وہ بھی وحی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى. إِنْ هُوَ إِلَّا	وہ (رسول) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔
وَحْيٌ يُوحَى. (النجم: ۳-۴)	یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

قرآن کی بہت سی آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا حوالہ آیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ ارشاد ہے:

وَأَنزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً۔[۱] (النساء:۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ ؐ کو وہ باتیں بتلائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ ؐ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں اور اس جیسی دوسری آیات میں کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت نبویؐ ہے۔ حافظ امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

الکتاب هو القرآن والحکمة هي السنة باتفاق السلف۔[۲]

کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ سلف کے اس پر اتفاق ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض ارشادات میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ قرآن کے ساتھ مجھے ایک چیز اور دی گئی ہے۔ حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ألا إني اوتيت الکتاب ومثله معه، ألا يوشک رجل شبعان علی أريکته يقول عليکم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم فيه حرام فحرموه۔[۳]

آگاہ رہو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے مثل ایک اور چیز، ممکن ہے ایک آسودہ شکم شخص مسند سے ٹیک لگا کر یوں کہے کہ قرآن کا دامن تھامے رہو جو چیز اس میں حلال ہو اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہو اسے حرام سمجھو۔

مثله معه سے مراد سنت ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے امام بیہقی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جس طرح قرآن کی آیات لے کر

---

[۱] ایسی متعدد آیات ہیں جن میں کتاب کے ساتھ حکمت عطا کیے جانے کی بات ہی کہی گئی ہے ۔ دیکھیے الاحزاب:۳۴ -الجمعہ:۲ ،وغیرہ

[۲] کتاب الروح، ص۱۱۹، طبع ثانی حیدر آباد الدکن

[۳] ابوداؤد، کتاب السنۃ ، باب فی لزوم السنۃ

اترتے تھے اسی طرح احادیثِ نبویہ بھی لے کر اترتے تھے۔ روایت ہے:

کان جبرئیل ینزل علی النبی ﷺ بالسنة کما ینزل علیه بالقرآن۔[1]

حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس سنتوں کو لے کر آتے تھے جیسے قرآن کی آیات لے کر آتے تھے۔

حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپؐ وحی کا انتظار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ پر وحی کا نزول ہوتا اور اس مسئلے کی آپؐ توضیح فرماتے تھے اور یہ وضاحتیں قرآن کی آیات کے علاوہ ہوتی تھیں۔ روایات میں ایسے متعدد واقعات ہیں۔[2]

بہرحال اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس طرح قرآن شریعت کی بنیاد ہے اور وحی پر مبنی ہے اسی طرح سنتِ رسول یا احادیثِ رسولؐ بھی شریعت کی بنیاد ہیں اور وہ بھی وحی پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی متعدد آیات میں اطاعت رسول کا مطلق حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (الحشر:۷)

اور رسول تمھیں جو کچھ بھی دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۔ (التغابن:۱۲)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، لیکن اگر تم اطاعت سے منہ موڑتے ہو تو ہمارے رسول پر صاف صاف حق پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔

قرآن میں ایسی متعدد آیات ہیں جن میں اطاعت رسولؐ کا مستقل حکم دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے آل عمران: ۳۲، ۱۳۲- النساء: ۵۹- المائدۃ: ۹۲، الانفال: ۱، ۲۰، ۴۶- النور: ۵۴ وغیرہ۔

---

[1] فتح الباری ۲۹۱/۱۳

[2] ایضاً، ۲۹۱/۱۳

وحی کے مترادف الفاظ

نزولِ قرآن کی کیفیت کے اظہار کے لیے لفظ وحی کا استعمال بطور اصطلاح کثرت سے ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسری اصطلاحیں بھی مستعمل ہیں۔ ذیل میں ان کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

۱- نزول، تنزیل، انزال: اتارنا، نازل کرنا، قرآن میں یہ اصطلاح بھی کثرت سے آئی ہے۔ نزول کے لفظ میں بلندی سے پستی کی طرف اتارنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ تنزیل میں رفتہ رفتہ اتارنے کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل قرآن کو آسمان سے لے کر زمین پر اترتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّـهُ لَتَنـزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. نَزَلَ بِهِ الـرُّوحُ الْأَمِيْـنُ. عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِيْنَ. (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۴)	یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو ڈرانے والے ہیں۔

۲- ارسال، ترسیل، رسالت: بھیجنا، اللہ تعالیٰ اپنا پیغام حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے بھیجتا تھا۔ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ. (الانبیاء: ۲۵)	ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے۔ اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔

رسالت و نبوت کے منکرین بھی جانتے تھے کہ رسولوں کے پاس پیغام لے کر فرشتے آتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ آپ کے پاس جو پیغام آتا ہے اس کو ہم نہیں مانتے۔ ارشاد ہے:

وَقَالُواْ إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ. (ابراہیم: ۹)	انھوں نے کہا جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔

۳- قصّ ،قصص: قصہ بیان کرنا، واقعہ بتانا۔ نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے انبیائے سابقین کے قصص بتائے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ نَبَأَهُم بِالۡحَقِّ. (الکہف:۱۳) — ہم ان کا اصل قصہ تمھیں سناتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَیۡکَ مِنۡ أَنۡبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَکَ . (هود:۱۲۰) — اور اے نبیؐ یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمھیں سناتے ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔

۴- نبوت: نبوت رسالت کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُولَٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ آتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّةَ. (الانعام:۸۹) — وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی۔

۵- ندا: پکارنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کو بعض وقت پکارنے کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هَلۡ أتٰکَ حَدِیۡثُ مُوسَی. إِذۡ نَادٰهُ رَبُّهُ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی. (النازعات:۱۵-۱۶) — کیا تمھیں موسیٰ کے قصے کی خبر پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اسے طوی وادی میں پکارا تھا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَنَادَیۡنٰهُ أَنۡ یٰٓابۡرَاهِیۡمُ. قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّؤۡیَا. (الصآفات:۱۰۴) — اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

۶- قرأ، قراءت: پڑھنا۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے پیغام کو رسول کے سامنے پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ اس کو قراءت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ. إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْآنَهٗ. فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهٗ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ. (القیامۃ:۱۶-۱۹)

اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔لہذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں تو اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓى. إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ إِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى. (الاعلیٰ:۶-۷)

اور ہم تمھیں پڑھوادیں گے پھر تم نہیں بھولو گے،سوائے اس کے جو اللہ چاہے وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اس کو بھی۔

۷- تلاوت: وحی کو قرآن کے بعض مقامات پر 'تلاوت' کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْکَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْکَ بِالْحَقِّ وَإِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ. (البقرہ:۲۵۲)

یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم ٹھیک ٹھیک تم کو سنا رہے ہیں اور اے محمدؐ تم یقیناً ان لوگوں میں سے ہو جو رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

نَتْلُوا عَلَيْکَ مِنْ نَّبَإِ مُوسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ. (القصص:۳)

ہم موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک تمھیں سناتے ہیں، تاکہ ایمان لانے والے ایمان لائیں۔

۸- اِلقاء: دینا، بتانا۔ وحی کو القاء کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّکَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِيْمٍ عَلِيْمٍ. (النمل:۶)

اور (اے نبیؐ) بلا شبہ یہ قرآن ایک حکیم و علیم ہستی کی طرف سے پا رہے ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ. (المومن: ۱۵)

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح (وحی) نازل کر دیتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کر دے۔

۹- تعلیم: سکھانا۔ وحی کا اطلاق تعلیم پر بھی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْآنَ. (الرحمٰن: ۱-۲)

نہایت مہربان خدا نے علم سکھایا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالإِنجِيلَ. (المائدہ: ۱۱۰)

میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

خصائصِ وحیِ محمدیؐ

بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لیے وحی کا جو سلسلہ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔ اس دوران ہزاروں انبیاء و رسل مبعوث ہوئے جنھوں نے اپنی اپنی قوموں کو ہدایت کا پیغام سنایا۔ یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ پر دین کی تکمیل کا اعلان ہوا اور سلسلۂ وحی اب قیامت تک کے لیے موقوف کر دیا گیا۔ قرآن کی شکل میں قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کا سامان کر دیا گیا ہے۔ اب کوئی نیا نبی اور رسول مبعوث ہونے والا نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ وحی محمدیؐ کی حقیقت کی معرفت حاصل کی جائے اور اس پر ایمان لایا جائے۔ اسی پر انسانیت کی کامیابی اور نجات کا دار و مدار ہے۔ ذیل میں وحی محمدی کے چند خصائص کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱- وحی کا نزول پیشگی توقع کے بغیر

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں تاریخ و سیرت کی کتابوں میں جو تفصیلات مندرج ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ چالیس سال کی عمر تک آپؐ نے ایک عام انسان کی

طرح سادہ زندگی گزاری۔ اپنی رفیقۂ حیات کے مال سے تجارت کے کاموں میں مصروف رہتے اور اپنی اولاد کی پرورش و پرداخت کررہے تھے۔ آپ قطعی طور پر اس کے متمنی، متوقع اور تیاری میں نہیں تھے کہ آپ کو نبوت و رسالت ملنے والی ہے۔ طبیعت میں تحنث (عبادت گذاری) کے رجحانات پائے جاتے تھے۔ اس بنا پر آپؐ غارِ حرا میں جا کر گوشہ نشیں ہوجاتے اور کائنات پر غور وفکر کرتے۔ اسی دوران ایک دن اچانک وحی کے فرشتے حضرت جبرئیل نمودار ہوئے اور آپ کو نبوت سے سرفراز کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيراً لِّلْكَافِرِينَ.
(القصص:۸۶)

اور اے پیغمبرؐ تمھیں امید نہ تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل ہوگی، مگر تمہارے پروردگار کی رحمت اور مہربانی سے نازل ہوئی۔ سو تم ہرگز کافروں کی تائید نہ کرنا۔

مزید ملاحظہ کیجیے سورۂ یونس:۱۶۱ اور سورۂ شوریٰ:۵۲۔

آپؐ پر جب غار حرا میں پہلی بار وحی کا نزول ہوا تو آپؐ انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں گھر تشریف لائے اور اپنی رفیقۂ حیات سے اپنی تشویش کا اظہار کیا، آپ نے گھبراہٹ میں چادر بھی اوڑھ لی۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد دوسری بار جب حضرت جبرئیل آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھے نظر آئے تو اس وقت بھی آپؐ کے اوپر رعب طاری ہوگیا اور آپؐ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت و رسالت آپؐ کے لیے ایک غیر متوقع چیز تھی۔

۲-نزول وحی کے وقت گرانی

آپ پر جب وحی کا نزول ہوتا تھا تو چہرۂ مبارک متغیر ہوجاتا، سانسیں تیز چلنے لگتیں، پسینے سے شرابور ہوجاتے، سواری پر بیٹھے ہوتے تو سواری بوجھ سے دب جاتی،

آپؐ کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ یا گھنٹی بجنے کی سی آواز آتی۔ان باتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ پر وحی کا نزول آپ کے ذاتی اختیار و پسند کے بغیر ہوتا تھا۔

۳-وحی آپ کی ذات سے الگ مستقل چیز تھی

نزول وحی کے وقت آپ پر بعض جسمانی کیفیات طاری ہوتیں ان کے علاوہ بسا اوقات وحی کے انقطاع کا واقعہ بھی پیش آیا۔اس دوران آپؐ اپنی مرضی سے وحی کے نزول پر قادر نہ ہوئے۔اس سلسلے میں فترت وحی کا واقعہ مشہور ہے۔پہلی وحی کے نزول کے بعد کچھ دنوں تک وحی موقوف رہی۔(بعض روایتوں میں ڈھائی تین سال کی مدت بھی بیان کی گئی ہے)اس دوران آپؐ بار بار آسمان کی طرف دیکھا کرتے اور امید کرتے کہ اب دوبارہ وحی نازل ہوگی، مگر دوبارہ فرشتۂ وحی اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت ہی سے نازل ہوا۔[1]

اس کے علاوہ بعض مواقع پر بعض سنگین مسائل پیش آئے جن کے حل کے لیے آپؐ کو وحی کا انتظار رہتا، مگر آپؐ کی خواہش کے مطابق وحی کا نزول فوراً نہیں ہوتا تھا، بلکہ اس کے لیے بعض وقت مہینوں انتظار کی گھڑیاں گننی پڑتی تھیں۔بطور مثال واقعۂ اِفک کو پیش کیا جاسکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر الزام تراشی کی گئی جس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی زوجۂ مطہرہ اور ان کے گھر والے سخت ذہنی اذیت میں مبتلا رہے، مگر اس بارے میں وحی کا نزول تقریباً ایک ماہ کے بعد اس وقت ہوا جب اللہ کی مشیت ہوئی۔اسی طرح ایک موقع پر بعض کفارِ مکہ نے آپؐ سے کچھ سوالات کیے، آپؐ نے اگلے روز ان کا جواب دینے کا وعدہ کیا، مگر آئندہ پندرہ دنوں تک وحی نازل نہیں ہوئی اور آپؐ ان کا جواب دینے سے قاصر رہے، یہاں تک کہ سوال کرنے والے چہ می گوئیاں کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہوا اور کفار کے سوالات کے جوابات دیے گئے۔[2] ایک بار نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل

---

[1] دیکھیے بخاری، کتاب کیف کان بدء الوحی

[2] دیکھیے سیرۃ النبی لابن ہشام ۱/ ۳۲۱

علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ میرے پاس کثرت سے آیا کیجیے اور اللہ کی آیات سنایا کیجیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا. (مریم:٦٤) [1]

اے نبیؐ، ہم تمہارے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترا کرتے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

۴- وحی اور معجزہ

دیگر انبیاء و رسل کو وحی کے ساتھ بعض حسّی معجزات بھی دیے جاتے تھے جن کو وہ اپنی نبوت و رسالت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔ لیکن خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی اسی کو معجزہ قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اس جیسا کلام انس و جن مل کر بھی پیش نہیں کر سکتے۔ چنانچہ جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو سابقہ قوموں کے مثل کفار مکہ نے بھی آپؐ سے معجزات کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسولؐ پر جو کلام نازل ہو رہا ہے وہ معجزہ ہے، یعنی اس جیسا کلام کوئی انسان پیش نہیں کر سکتا۔ یہ اس کے وحیِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا اگر تم نے اس کا انکار کیا تو عذاب نازل ہوگا۔ ارشاد ہے:

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ. (الانعام:١٢٤)

جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں "ہم نہ مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے" اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔ قریب ہے وہ وقت جب یہ مجرم اپنی مکاریوں کی پاداش میں اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مزید ملاحظہ کیجیے: الاسراء، آیت ٨٨-٩٦

---

[1] بخاری، کتاب التفسیر، سورہ مریم

۵-وحی کی محفوظیت

ماقبل انبیاء پر جو وحی نازل ہوئی وہ محفوظ نہ رہ سکی اور گردشِ دوراں کی نذر ہوگئی۔ اس کے برعکس حضرت محمد ﷺ پر جو وحی اتاری گئی اس کی حفاظت کا ذمہ خود اس کے اتارنے والے نے لیا اور آج وہ پوری طرح ہمارے پاس موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. (الحجر:۹)	ہم نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

٦-قرآن کی تاثیر

نبی کریم ﷺ پر جو وحی اتر رہی تھی وہ دلوں کو مسخّر کر رہی تھی۔ ماننے والے بھی اس سے متاثر تھے اور نہ ماننے والے بھی اس کی تاثیر کی زد میں آ رہے تھے۔ کتبِ تاریخ و سیرت میں قرآن سے لوگوں کے متاثر ہونے کے بہت سے واقعات درج ہیں۔ ایک واقعہ عتبہ بن ربیعہ کے حوالے سے مذکور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قریش کے بڑے بڑے سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور طے کیا کہ کسی کو محمد (ﷺ) سے بات کرنے کے لیے بھیجا جائے کہ اگر وہ مال و دولت کے خواہاں ہیں، یا کسی حسین و جمیل عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں، یا ملک و ریاست کے طلب گار ہیں تو ہم انھیں یہ چیزیں دینے پر تیار ہیں، مگر وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا بند کر دیں۔ اس موقع سے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا گیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور گفتگو کی تو آپؐ نے سورۂ حم السجدہ کی چھ آیات سنائیں۔ اس سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ مزید گفتگو نہ کر سکا اور خوف کے مارے واپس چلا گیا۔ اس نے روسائے قریش کو بتایا کہ محمدؐ کا کلام غیر معمولی کلام ہے۔[۱] اسی طرح ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق کا وہ واقعہ مشہور ہے جس میں ان تینوں نے طے کیا کہ اب وہ محمدؐ کے گھر کے پاس آ کر آپؐ کے قرآن پڑھنے کو انہیں سنا کریں گے، مگر قرآن کی تاثیر یہ تھی کہ ان

---

۱ دیکھیے سیرۃ النبی لابن ہشام، ۱/۳۱۳-۳۱۴

میں سے ہر ایک چھپ کر آتا اور کلام اللہ سنتا تھا، یہاں تک انھوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ محمدؐ کے پاس وحی کا نزول ہوتا ہے جس کی تاثیر سے بچنا آسان نہیں ہے۔[۱] اسی طرح ابن الدغنّہ کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انھوں نے حضرت ابوبکر کو پناہ دی تھی، مگر ان کی تلاوت قرآن سے ان کے پڑوسی متاثر ہونے لگے جس پر ان کی شکایت کی گئی، چنانچہ ابن الدغنہ نے اپنی پناہ ختم کردی۔[۲] اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات تاریخ و سیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ اہل ایمان کے قرآن سے متاثر ہونے کی شہادت خود قرآن نے پیش کی ہے۔ ارشاد ہے:

اللَّـهُ نَـزَّلَ أَحْسَـنَ الْحَدِيْثِ كِتٰباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّـذِيْـنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ. (الزمر:۲۳)

اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں۔ اسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔

قرآن کی یہی اثر پذیری تھی کہ مختصر وقت میں نہ صرف پورا جزیرۂ عرب دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا، بلکہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں کلمۂ توحید کی آواز بلند ہونے لگی۔

---

[۱] سیرۃ النبیؐ لابن ہشام، ۱/۲۳۸-۲۳۷

[۲] بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبیؐ واصحابہ الی المدینۃ